فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۰۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا بوقت ذبح ''بسم اللہ واللہ اکبر'' عربی میں کہنا ضروری ہے؟

(جواب): ذبح کے وقت تکبیر عربی میں کہنا ہی مشروع ہے۔ غیر عربی میں کہنے کے جواز پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): کیا حلال جانور میں سات اعضا حرام ہیں؟

(جواب): ذبح کے وقت بہنے والا خون بالاتفاق حرام ہے۔ اس کے علاوہ حلال جانور کے تمام اعضا و اجزا حلال ہیں، جبکہ احناف کے نزدیک حلال جانور میں سات اجزا حرام ہیں۔

۞ علامہ ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ (۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

اَلْمَكْرُوهُ تَحْرِيمًا مِّنَ الشَّاةِ سَبْعٌ الْفَرْجُ وَالْخُصْيَةُ وَالْغُدَّةُ وَالدَّمُ الْمَسْفُوحُ وَالْمَرَارَةُ وَالْمَثَانَةُ وَالذَّكَرُ .

''بکری کے سات اعضا کو کھانا مکروہ تحریمی (حرام) ہے؛ ۱۔ شرمگاہ ۲۔ کپورے ۳۔ غدود ۴۔ دم مسفوح (ذبح کے وقت بہنے والا خون) ۵۔ مرارہ (پتہ) ۶۔ مثانہ ۷۔ اگلی شرمگاہ۔ (العُقُود الدُّرِّيّة: 5/1)

۞ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

''سات چیزیں حلال جانور کی کھانی منع ہیں، ذکر، فرج مادہ، غدود، حرام مغز جو

پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ یعنی مرارہ جو کلیجہ میں تلخ پانی کا ظرف ہے۔''

(تذکرۃ الرشید:1/174)

۞ مولانا احمد یار خان نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''حلال جانور کے بعض اجزا حرام ہیں، جیسے خون، پتہ، فرج، خصیہ وغیرہ۔''

(تفسیر نور العرفان، ص547)

۞ یہی بات احمد رضا خان بریلوی صاحب نے بھی کہی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ:20/234)

اب احناف کے دلائل ملاحظہ ہوں:

۞ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا؛ الْمَرَارَةَ، وَالْمَثَانَةَ، وَالْمَحْيَاةَ، وَالذَّكَرَ، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالدَّمَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری سے سات چیزیں ناپسند کرتے تھے: ۱۔ پتہ ۲۔ مثانہ ۳۔ پچھلی شرمگاہ ۴۔ اگلی شرمگاہ ۵۔ کپورے ۶۔ غدود ۷۔ خون (بوقت ذبح بہتا ہوا۔)''

(المُعجم الأوسط للطَّبَراني : 9480)

اس کی سند موضوع من گھڑت ہے:

① یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن عباد واسطی ''کذاب ووضاع'' ہے۔

② یحییٰ بن عبدالحمید حمانی جمہور کے ہاں ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ. ''جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(البَدر المُنير : 224/3)

③ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم بھی جمہور کے ہاں ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْأَکْثَرُ عَلٰی تَضْعِیفِہٖ .

''اکثر محدثین اسے ''ضعیف'' قرار دیتے ہیں۔''

(مَجمع الزّوائد : 20/2)

❁ مجاہد بن جبر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

کَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکْرَہُ مِنَ الشَّاۃِ سَبْعًا؛ الدَّمَ، وَالْحَیَا، وَالْأُنْثَیَیْنِ، وَالْغُدَّۃَ، وَالذَّکَرَ، وَالْمَثَانَۃَ، وَالْمَرَارَۃَ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری سے سات اعضا کو ناپسند کرتے تھے: ۱۔(بوقت ذبح بہنے والا) خون ۲۔شرمگاہ ۳۔کپورے ۴۔غدود ۵۔اگلی شرمگاہ ۶۔مثانہ ۷۔پتہ۔''

(مصنّف عبد الرّزاق : 8771، السّنن الکبری للبیهقي : 7/10)

یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف اور باطل ہے:

① مرسل ہے۔مجاہد تابعی براہ راست رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کررہے ہیں۔

② واصل بن ابی جمیل ضعیف ہے۔

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا شَيْءَ . ''یہ کچھ نہیں ہے۔''

(الجرح والتّعدیل لابن أبي حاتم : 30/9، وسندهٗ صحیحٌ)

امام ابن شاہین (الضعفاء : 666) اور حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اسے الضعفاء میں

ذکر کیا ہے۔امام ابن حبان رحمہ اللہ (الثقات:559/7) کے علاوہ کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا۔

✿ حافظ ابن قطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَاصِلٌ لَّمْ تَثْبُتْ عَدَالَتُهٗ . ''واصل کی عدالت ثابت نہیں۔''

(فيض القدير للمَناوي : 100/2)

❀ مجاہد اس روایت کو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے موصولا بھی بیان کرتے ہیں۔

(الكامل لابن عدي : 12/5، السَنن الكبرٰى للبيهقي : 710)

لیکن یہ روایت بھی موضوع من گھڑت ہے۔عمر بن موسی وجیہی باتفاق ائمہ ضعیف منکر الحدیث اور متروک ہے۔امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَا يَصِحُّ وَصْلُهٗ . ''اس کا موصول ہونا درست نہیں۔''

(السّنن الكبرى للبيهقي : 810)

ثابت ہوا کہ حلال جانور میں سوئے دم مسفوح (بوقت ذبح بہنے والا خون) کے کوئی چیز حرام نہیں ہے۔سات اجزا کو حرام کہنے والوں کا نظریہ خطا پر مبنی ہے، کیوں کہ ان کی حرمت پر کوئی ثقہ دلیل موجود نہیں ہو سکی۔

فائدہ:

① اوجھڑی کھانا جائز ہے،احناف مگر اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں:

✿ مولانا عبدالحئی لکھنوی صاحب فرماتے ہیں:

''اوجھڑی کا کھانا مکروہ ہے۔''(مَجموع الفتاوى : 297/3)

❁ احمد رضا خان بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

''اوجھڑی کھانا مکروہ ہے۔'' (ملفوظات:358/4)

② بعض حضرات نے حلال جانور میں 22 چیزیں مکروہ یا حرام قرار دی ہیں۔

گردے کے متعلق مولانا رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں:

''بعض روایات میں گردہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہ پر حمل کرتے ہیں۔''

(تذکرۃ الرشید:174/1)

ہم کہتے ہیں کہ اوجھڑی اور گردے کے مکروہ ہونے پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

❁ احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ المتوفی 150 ھ نے فرمایا: خون تو بحکم قرآن حرام ہے اور باقی چیزیں میں مکروہ سمجھتا ہوں۔''

(فتاویٰ رضویہ:234/20)

یہ امام صاحب سے ثابت نہیں ہو سکی۔

فائدہ:

❁ علامہ سمرقندی حنفی (۵۴۰ ھ) لکھتے ہیں:

نَقُولُ : الْحَيَوَانُ إِذَا ذُبِحَ إِنْ كَانَ مَأْكُولُ اللَّحْمِ يَطْهُرُ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ إِلَّا الدَّمَ .

''ہم کہتے ہیں: ماکول اللحم جانور کو ذبح کیا جائے، تو اس کے تمام اعضا پاک ہیں، سوائے دمِ مسفوح (ذبح کے وقت بہنے والے خون) کے۔''

(تحفة الفقهاء :70/1)

الحاصل:

حلال جانور میں ذبح کے وقت بہنے والے خون کے علاوہ اس کا کوئی بھی عضو حرام یا مکروہ نہیں۔

(سوال): جس جانور کو قبلہ رخ کر کے ذبح نہ کیا گیا، کیا اس کا گوشت کھانا جائز ہے؟

(جواب): اس کا گوشت حلال ہے، حرمت یا کراہت پر کوئی دلیل نہیں۔

(سوال): بوقت ذبح جانور کی گردن کٹ گئی، تو کیا حکم ہے؟

(جواب): حلال ہے، کوئی وجہ کراہت نہیں۔

(سوال): چیل وغیرہ کو بندوق سے مارنا کیسا ہے؟

(جواب): چیل وغیرہ موذی جانور ہیں، ان کا مارنا ثواب ہے، بلکہ انہیں حرمین میں بھی مارنا جائز ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَمْسٌ مِّنَ الدَّوَابِّ لَا جُنَاحَ فِي قَتْلِهِنَّ عَلٰى مَنْ قَتَلَهُنَّ فِي الْحَرَمِ وَالْإِحْرَامِ، وَقَالَ ابْنُ هَاشِمٍ : فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ؛ الْفَأْرَةُ وَالْحِدَأَةُ وَالْغُرَابُ وَالْعَقْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ .

''پانچ جانور ایسے ہیں، جنہیں قتل کرنے میں کوئی گناہ نہیں، خواہ انہیں قتل کرنے والا (حرم کے اندر) حالت حل میں ہو یا حالت احرام میں ہو۔ (۱) چوہیا (۲) چیل (۳) کوا (۴) بچھو (۵) کاٹنے والا کتا۔''

(صحيح البخاري : 1828، صحيح مسلم : 1199، المنتقى لابن الجارود : 440)

(سوال): شارک پرندے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): شارک کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں، لہٰذا حلال ہے۔ معاملات میں جب تک حرمت پر دلیل نہ آ جائے، ان میں اصل اباحت (حلت) ہوتی ہے۔

(سوال): کچا گوشت کھانا کیسا ہے؟

(جواب): کچا گوشت مضر صحت ہے، لہٰذا کچا نہیں کھانا چاہیے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرة: ۱۹۵)

''اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔''

(سوال): مندرجہ ذیل حدیث کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا إِنَّ الذَّكَاةَ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ.

''سن لیجئے کہ حلق اور گلا کاٹنے سے ذبح ہوتا ہے۔''

(سنن الدّارقطني: 4754)

(جواب): سند سخت ضعیف ہے۔

① سعید بن سلام عطار ''ضعیف ومتروک'' ہے۔

② عبداللہ بن بدیل خزاعی ''ضعیف'' اور ''کثیر الغلط'' ہے۔

③ زہری کا عنعنہ ہے۔

④ محمد بن سلیمان بن الحارث واسطی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشْرَةَ، وَتِسْعَ عَشْرَةَ، وَإِحْدٰى وَعِشْرِينَ، كَانَ شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ .

''جو آدمی (اسلامی مہینے کی) سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو سنگی لگواتا ہے، اسے ہر مرض سے شفا ہوگی۔''

(سنن أبي داود : 3861، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 34/9، المستدرك للحاكم : 110/4، مختصراً)

(جواب): روایت ضعیف ہے۔ سہیل بن ابی صالح آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، سعید جمحی کا ان سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

مہینے کے خاص دنوں میں سینگی لگوانے کے استحباب پر جتنی روایات مروی ہیں، ساری کی ساری کو ائمہ علل نے ضعیف قرار دیا ہے۔

❁ امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

لَا يُثْبِتُ فِي كَرَاهَةِ الْحِجَامَةِ فِي يَوْمٍ بِعَيْنِهٖ، وَلَا فِي اسْتِحْبَابِهٖ فِي يَوْمٍ بِعَيْنِهٖ حَدِيثًا .

''آپ رحمہ اللہ کسی مخصوص دن میں سینگی لگوانے کی کراہت یا استحباب کے بارے میں مروی کسی حدیث کو ثابت نہیں سمجھتے تھے۔''

(سؤالات البَرذَعي : 757/2)

❁ امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ سے مذکورہ بالا روایت کے بارے میں سوال ہوا، تو آپ رحمہ اللہ نے اسے بھی ضعیف قرار دیا۔

(سؤالات البَرذَعي : 759/2)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ ثَابِتٌ فِي التَّوْقِيتِ فِي الْحِجَامَةِ يَوْمًا بِعَيْنِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَفِيهَا أَحَادِيثُ أَسَانِيدُهَا كُلُّهَا لَيِّنَةٌ .

''نبی کریم ﷺ سے کسی خاص دن میں سینگی لگوانے کے متعلق کچھ ثابت نہیں، اس بارے میں مروی تمام احادیث کی سندیں ضعیف ہیں۔''

(الضّعفاء الكبير : 454/3)

❁ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ صَحِيحٌ .

''ان احادیث میں کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(المَوضوعات : 215/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ لَمْ يَصِحَّ مِنْهَا شَيْءٌ .

''ان احادیث میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔''

(فتح الباري : 150/10)

❁ نیز مذکورہ بالا حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

لٰكِنَّهٗ مَعْلُولٌ .

''مگر یہ روایت معلول (ضعیف) ہے۔''

(فتح الباري : 150/10)

❁ علامہ ابن قیم اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

قَدِ اتَّفَقَ الْأَطِبَّاءُ عَلٰى أَنَّ الْحِجَامَةَ فِي النِّصْفِ الثَّانِي مِنَ الشَّهْرِ ثُمَّ فِي الرُّبُعِ الثَّالِثِ مِنْ أَرْبَاعِهٖ أَنْفَعُ مِنَ الْحِجَامَةِ فِي أَوَّلِهٖ وَآخِرِهٖ.

''اہل طب کا اتفاق ہے کہ مہینے کے شروع اور آخر کی بہ نسبت نصف مہینے کے بعد سینگی لگوانا زیادہ مفید ہے، اس کے بعد تیسرے ہفتے میں مفید ہوتی ہے۔''

(زاد المَعاد لابن القيم : 54/4، فتح الباري : 150/10)

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهٰى أَنْ يُبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

(سنن ابن ماجه : 1564)

جواب: سند ضعیف ہے۔ قاسم بن مخیمرہ کا سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَسْمَعْ أَنَّهٗ سَمِعَ مِنْ أَحَدٍ مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''مجھے نہیں معلوم کہ قاسم بن مخیمرہ نے کسی ایک بھی صحابی سے سماع کیا ہو۔''

(تاريخ ابن معين برواية الدّوري : 2111)

یہ چھٹے طبقے کا راوی ہے، لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا اسے تیسرے طبقے میں ذکر کرنا درست نہیں۔

سوال: مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ عبداللہ بن ابی ساریہ ازدی کہتے ہیں:

جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ وَقَدْ صُلِّيَ عَلٰى عُمَرَ، فَقَالَ : لَئِنْ كُنْتُمْ سَبَقْتُمُونِي بِالصَّلَاةِ عَلَيْهِ لَا تَسْبِقُونِي بِالثَّنَاءِ .

''سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی، فرمایا: آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ تو مجھ سے پہلے پڑھ لی ہے، اب ثناء میں تو مجھ سے پہل نہ کریں۔''

(تاريخ المدينة لابن شبة : 939/3، طَبَقات ابن سعد : 369/3، تاريخ دِمَشق لابن عَساكر : 458/44)

(جواب): روایت سخت ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن ابی ساریہ ازدی کون ہے؟ معلوم نہیں۔

② سالم بن عبدالواحد مرادی کا ضعف ہی راجح ہے۔

③ اس روایت میں نماز جنازہ کے متصل بعد دعا کا ذکر نہیں۔ اس روایت میں ثناء کا ذکر ہے، دعا کا ذکر کتب حدیث میں نہیں ملا۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا .

''اللہ! میری قبر کی بت کی طرح پوجا نہ ہو۔''

(مسند الحميدي : 1055)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ سہیل بن ابی صالح آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، حمزہ بن مغیرہ کوفی کا ان سے قبل از اختلاط بیان کرنا معلوم نہیں ہو سکا۔

❁ اسی طرح کی روایت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(عِلَل الدّارقطني : 221/2)

یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے۔ اس کا موقوف ہونا ہی صحیح ہے، مگر اس کی سند ضعیف ہے۔

① سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

② اعمش کا عنعنہ ہے۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى عَلٰى جَنَازَةٍ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ، وَإِذَا انْصَرَفَ سَلَّمَ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھتے، تو ہر تکبیر پر رفع الیدین کرتے تھے، جب نماز مکمل کرتے، تو سلام پھیرتے۔''

(عِلَل الدّارقطني : 21/13، ح : 2908)

(جواب): یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح مروی ہے۔ اس کا موقوف ہونا راجح ہے، کیونکہ عمر بن شبہ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں منفرد ہیں، ثقات کی ایک جماعت اس روایت کو موقوف بیان کرتی ہے، لہٰذا جماعت کی بیان کردہ روایت کو ترجیح ہو گی، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

موقوف روایت کی سند ''صحیح'' ہے۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ أَلَا فَزُورُوهَا، فَإِنَّهُ يُرِقُّ الْقَلْبَ، وَتُدْمِعُ الْعَيْنَ، وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.

''میں نے آپ کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، سنئے! اب قبروں کی زیارت کیا کریں، اس سے دل نرم ہوتا ہے، آنکھ اشک بار ہوتی ہے اور یہ (قبریں) آخرت یاد دلاتی ہیں۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم :1/376)

(جواب): سند حسن ہے۔

(سوال): مندرجہ ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا مسلم بن حارث تمیمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ جب آپ نمازِ مغرب سے فارغ ہوں، تو سات مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ.

''اے اللہ! مجھے جہنم سے پناہ دے۔''

اگر آپ نے یہ دعا پڑھ لی اور اسی رات فوت ہو گئے، تو جہنم سے پناہ لکھ دی جائے گی، جب آپ نمازِ فجر پڑھ لیں، تو یہی دعا پڑھ لیں، اگر اس دن فوت ہو گئے، تو جہنم سے پناہ لکھ لی جائے گی۔''

(سنن أبي داود : 5079)

(جواب): سند ضعیف ہے۔ حارث بن مسلم بن حارث تابعی ''مجہول'' ہے۔ اسے

صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات'' (۶/۱۷۶) میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(سؤالات البرقاني : 490)

❁ حافظ ابن القطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا تُعْرَفُ لَهُ حَالٌ .

''اس کی حالت معلوم نہیں۔''

(بيان الوهم والإيهام : 647/4)

لہٰذا یہ ''مجہول الحال'' ہے۔

(سوال): عبادت کیا ہے؟

(جواب): عبادت کی جامع ترین تعریف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کی ہے۔

❀ فرماتے ہیں:

''عبادت ایک جامع لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کے تمام پسندیدہ ومحبوب، ظاہری و باطنی اقوال وافعال کو شامل ہے، چنانچہ نماز، زکوۃ، روزہ، حج، سچائی، امانت کی ادائیگی، والدین سے حسن سلوک، رشتہ داروں سے نیکی، وعدوں کو پورا کرنا، نیکی کا حکم، برائی سے روکنا، کفار و منافقین سے جہاد، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور زیردست انسانوں اور جانوروں کے ساتھ بھلائی، نیز دعا، ذکر، تلاوت وغیرہ سب عبادات ہیں، اسی طرح اللہ ورسول سے محبت، اللہ کا ڈر، اس کی طرف رجوع، خالص اسی کی عبادت، اس کے حکم پر ڈٹ جانا، اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اس کی قضا اور قدر پر راضی ہونا، اس پر توکل کرنا،

اس کی رحمت کی امید اور اس کے عذاب کا خوف وغیرہ بھی عبادات ہیں۔''

(العُبودیّۃ، ص 8)

عبادت کی اقسام:

اس جامع تعریف سے معلوم ہوا کہ عبادت اقوال اور ظاہری و باطنی اعمال سب کو محیط ہے، لہٰذا عبادات قولی بھی ہیں، عملی بھی ہیں اور اعتقادی بھی، یعنی عبادت دل سے بھی ہوتی ہے، زبان سے بھی اور دوسرے اعضا سے بھی۔

اعتقادی عبادات:

یہ عبادت اس عقیدے پر مشتمل ہوتی ہے کہ تمام مخلوقات اللہ ہی کی تخلیق ہیں، اسی کے پاس تصرف ہے اور اس کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، نیز صرف وہی ذات اس قابل ہے کہ اس کے لیے محبت، رجاء، خوف، خشوع، رجوع، توکل اور اخلاص کا مظاہرہ کیا جائے، یہی دلی عبادت ہے۔

قولی عبادت:

یہ عبادت اللہ ورسول پر ایمان کی گواہی، قرآن کریم کی تلاوت، ہر حال میں ذکرِ الٰہی، دعا اور راست گوئی وغیرہ پر مبنی ہے، اسے ہی زبانی عبادت کہتے ہیں۔

عملی عبادت:

اس میں طہارت، نماز، زکوۃ، روزہ، حج، جہاد فی سبیل اللہ اور اعضائے جسمانی سے صادر ہونے والے واجب اور مستحب اعمال شامل ہیں، اسے بدنی عبادت بھی کہتے ہے۔

قبولیتِ عبادت کے لیے دو ضروری شرطیں ہیں: اخلاص اور اتباعِ سنت۔

(سوال): نبی کریم ﷺ کے سایہ کے متعلق درج ذیل روایات بلحاظ سند کیسی ہیں؟

(جواب): ملاحظہ ہو؛

❀ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں؛

بَيْنَمَا أَنَا يَوْمًا بِنِصْفِ النَّهَارِ إِذَا أَنَا بِظِلِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُقْبِلٌ .

''ایک دوپہر اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ آ رہا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 132/6، 162، طبقات ابن سعد : 126/8)

سند ضعیف ہے۔سمیہ بصریہ مجہولہ ہے۔اسے شمیسہ عتکیہ قرار دینا وہم ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر ادا کی، دوران نماز آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک آگے بڑھایا، پھر پیچھے کھینچ لیا، نماز سے فارغ ہوئے، تو ہم نے دریافت کیا: اللہ کے رسول! آپ نے اس نماز میں ایک ایسا کام کیا ہے، جو اس سے پہلے نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جنت پیش کی گئی، اس میں مَیں نے انگوروں کی بیل دیکھی، جس کے خوشے (گچھے) قریب قریب تھے، دانے کدو جتنے تھے، میں نے ان سے کھانے کا ارادہ کیا، تو جنت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ ہوا، وہ پیچھے ہٹ گئی، پھر میرے اور آپ کے درمیان جہنم لائی گئی، حَتّٰى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلَّكُمْ (یہاں تک کہ میں نے آپ کا اور اپنا سایہ دیکھا)، میں نے آپ کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرنا چاہا، تو وحی ہوئی کہ انہیں اپنی جگہ کھڑا رہنے دیں، آپ نے اسلام قبول کیا، انہوں نے بھی اسلام قبول کیا،

آپ نے ہجرت کی اور انہوں نے بھی ہجرت کی، آپ نے جہاد کیا اور انہوں نے بھی جہاد کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے لیے سوائے نبوت کے آپ پر کوئی فضیلت نہیں دیکھی۔''

(صحيح ابن خزيمة : 892)

سند ضعیف ہے۔ زر بن حبیش کا سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سماع و لقا نہیں۔

❁ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زِرُّ بْنُ حُبَيْشٍ لَمْ يَلْقَ أَنَسًا، وَلَا يَصِحُّ لَهُ عَنْهُ رِوَايَةٌ .

''زر بن حبیش کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں، نیز ان سے بیان کردہ روایت ثابت نہیں۔''

(عِلَل الدّارقطني : 83/12، ح : 2449)

(سوال): سجدہ تلاوت کی دعا کیا ہے؟

(جواب):

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں، میں نے سجدہ کیا، تو اس درخت نے میرے ساتھ سجدہ کیا، میں نے سنا کہ وہ درخت یہ دعا پڑھ رہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ بِهَا عِنْدَكَ أَجْرًا، وَّضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا، وَّاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا، وَّتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ .

''اللہ! اس سجدہ کے بدلہ میں میرے لیے اپنے ہاں اجر و ثواب لکھ لے اور اس

کے ذریعہ مجھ سے (گناہوں کا) بوجھ اتار دے اور اسے میرے لیے اپنے
پاس ذخیرہ بنالے اور میری طرف سے اسے اسی طرح قبول فرما، جس طرح تو
نے اپنے بندے داود سے قبول فرمایا تھا۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ تلاوت کیا اور آپ یہ دعا پڑھ رہے تھے۔

(سنن التّرمذي : 579، 3424، سنن ابن ماجه : 1053، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے، امام ابن خزیمہ (۵۶۲)، امام ابن حبان (۲۷۶۸)، حافظ خلیلی (تہذیب التہذیب:۲/۲۷۶) اور امام حاکم رحمہم اللہ (۱/ ۲۱۹، ۲۲۰) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

فائدہ:

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سجدۂ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے تھے:

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ .

''میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہوا، جس نے اسے پیدا کیا اور اس نے
اپنی قوت وطاقت سے اس کے کانوں اور آنکھوں کو قابلِ سماعت وبصارت بنایا۔''

(سنن أبي داوٗد : 1414، سنن النّسائي : 1130، سنن التّرمذي : 850، 3425، مسند أحمد : 30/6، المُستدرك للحاكم : 220/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 325/2)

سند ''ضعیف'' ہے، اس میں ''رجل'' ''مبہم'' کی زیادتی موجود ہے، یہ ''المزید فی متصل الاسانید'' ہے۔ خالد الحذاء کا ابوالعالیہ سے سماع کی تصریح کرنا تو درکنار، سماع ہی

ثابت نہیں، لہٰذا سند ''ضعیف'' ہے۔

سوال: بجو حلال ہے یا حرام؟

جواب: بجو حلال ہے۔ یہ چیر پھاڑ کرنے والے عادی درندوں میں سے نہیں ہے۔ اگر اسے درندوں کے زمرہ میں ذکر کر دیا گیا ہے، تو بھی حدیث سے اس کی استثنیٰ ہو جائے گی، لہٰذا بجو کی حلت میں کوئی شبہ نہیں۔

❁ عبدالرحمٰن بن ابو عمار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ الضَّبُعِ فَقَالَ: كُلْهَا قَالَ: قُلْتُ: آكُلُهَا قَالَ: نَعَمْ، كُلْهَا بِأَمْرِي قُلْتُ: صَيْدٌ هِيَ قَالَ: نَعَمْ، قُلْتُ: سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: نَعَمْ.

''میں نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بجو (کھانے) کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: کھالیں، میں نے (پھر) پوچھا: کیا میں اسے کھالوں؟ فرمایا: جی ہاں! میں حکم دیتا ہوں کہ اسے کھالیں، میں نے پوچھا: کیا یہ شکار ہے؟ فرمایا: جی ہاں! میں نے پوچھا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!۔''

(مسند الإمام أحمد: 3/297-318-322، سنن أبي داوٗد: 3801، سنن النّسائي: 2839، سنن التّرمذي: 851، سنن ابن ماجه: 3236، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳۸) امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۶۴۵، ۲۶۴۶) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۹۶۵) نے ''صحیح'' قرار دیا

ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۵۲/۱) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، ابن جریج نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے، نیز متابعت بھی ہوئی ہے، ابن جریج تک بہت سارے طرق ہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ وَرَدَ فِي حِلِّ الضَّبُعِ أَحَادِيثُ لَا بَأْسَ بِهَا .

''بجو کی حلت پر کئی احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں کوئی علت نہیں۔''

(فتح الباري : 658/9)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلضَبُعُ يُبَاحُ أَكْلُهَا لِلْحَدِيثِ الَّذِي رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلِأَنَّ كُلَّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ قَالَ، وَالْأَكْثَرُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِهٖ يَقُولُونَ .

''بجو کھانا جائز ہے، کیونکہ اس کی حلت کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث منقول ہے، اسی طرح جن صحابہ کو ہم جانتے ہیں، وہ بھی اسی کے قائل ہیں، نیز اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے۔''

(الأشراف :391/1)

❁ مشہور لغوی امام، ابو منصور ازہری رحمہ اللہ (۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلضَّبُعُ لَا يُعَدُّ مِنَ السِّبَاعِ الْعَادِيَةِ، وَلِذٰلِكَ وَرَدَتِ السُّنَّةُ بِإِبَاحَةِ لَحْمِهَا .

''بجو کو عادی درندوں میں شمار نہیں کیا جاتا، اسی لیے حدیث میں اس کے
گوشت کی حلت وارد ہوئی ہے۔''

(تهذيب اللُّغة : 71/2)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لَا تُعَدُّ الضَّبُعُ مِنَ السِّبَاعِ لُغَةً وَلَا عُرْفًا .

''لغوی اور عرفی اعتبار سے بجو کو درندوں میں شمار نہیں کیا گیا۔''

(إعلام المؤقعين : 90/2)